اسلامی ریاست میں منصب قضاء کا شرعی حکم

سید نظیر الحسن گیلانی

منصب قضاء، شرعی حکم:

کسی شخص کے قضاء کے منصب پر متعین ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اسلامی ریاست کا سربراہ خود کسی شخص کو قضاء کا منصب پیش کرے اور دوسری یہ کہ کوئی شخص خود قضاء کا منصب حاصل کرنے کا خواہشمند ہو اور وہ اس کے لیئے درخواست کرے۔ فقہاء نے دونوں صورتوں کی حسب ذیل الگ الگ تفصیل بیان کی ہے۔

پہلی صورت: حکومت کی طرف سے پیشکش

اگر اسلامی ریاست کا سربراہ یا اسکی طرف سے قضاء کے نظام کی دیکھ بھال کا فرض سرانجام دینے والا کسی کو منصب قضاء پیش کرے تو ایسی صورت میں فقہائے اسلام کے نزدیک اس شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا یا تو واجب ہوگا یا مندوب، اور بعض حالات میں مباح ہوگا یا مکروہ یا حرام، مذکورہ پانچوں احوال کی تفصیل درج ذیل ہے:

حال اول:

جمہور فقہاء اسلام (۱) کے نزدیک اس شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا واجب ہوگا جسکو اسلامی ریاست کے سربراہ کی طرف سے یہ منصب اس حال میں پیش ہو کہ اسکے علاوہ کوئی دوسرا اس منصب کا اہل موجود نہ ہو۔ اگر وہ مذکورہ صورت میں قضاء کا منصب سنبھالنے کی پیشکش قبول نہیں کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا اور سربراہ ریاست کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اسے یہ

منصب قبول کرنے کے لیئے مجبور کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اسے مناسب حال سزا دے۔

فقہاء اسلام مذکورہ حال میں قضاء کا منصب قبول کرنے کے لیئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قضاء کے منصب کے اہل اشخاص کے لیئے اس منصب کو قبول کرنا فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے، لیکن اگر اس منصب کی اہلیت رکھنے والا صرف ایک شخص ہی موجود ہو تو اس صورت میں اس شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا فرض عین ہو جائے گا۔ اور جس طرح دیگر فرائض کا تارک گنہگار اور واجب تعزیر ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی گنہگار ہو گا اور مذکورہ حال میں یہ منصب قبول نہ کرنے پر اسے تعزیری سزا دی جا سکے گی۔ فقہ کی مشہور کتاب "المجموع شرح المهذب" میں ہے "ایسے شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا واجب ہو جاتا ہے جو اپنے علم میں درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہو اور اپنی امانت و دیانت میں مشہور ہو اور اس شخص کے علاوہ کوئی دوسرا اس منصب کا اہل موجود نہ ہو۔ ایسی حالت میں سربراہ ریاست پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو قضاء کا منصب پیش کرے اور اگر امام کی طرف سے اسے قضاء کے منصب کی پیش کش ہو تو اسے قبول کرنا بھی اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ یہ منصب قبول کرنے سے انکار کر دے تو سربراہ ریاست اسے یہ منصب قبول کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اگر سربراہ ریاست کو اسکے علمی مرتبہ کا پتہ نہ ہو تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے علمی مرتبہ سے سربراہ کو آگاہ کرے اور اس سے قضاء کا منصب طلب کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں قضاء کا منصب قبول کرنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے لیئے اگر اس کے سوا کوئی اور اہل موجود نہ ہو تو اسی پر یہ فریضہ ادا کرنا فرض عین ہو جائیگا"۔ (۲)

یہاں اس امر کی جانب اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ (۳) کے مذہب میں موجود ایک روایت کی رو سے مذکورہ بالا حال میں بھی ایک شخص قضا کا منصب قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے اور اس انکار پر اسکی کوئی سرزنش بھی نہیں ہو سکتی، ان کی دلیل یہ ہے کہ "قضاء کا منصب قبول کر کے ایک شخص اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتا ہے اور کسی دوسرے کے فائدہ کے لیئے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ضروری اور قابل مواخذہ نہیں" (۴) لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جمہور فقہاء اسلام کا یہ مسلک کہ اسلامی ریاست کے سربراہ

کی طرف سے کسی ایسے شخص کو قضاء کا منصب قبول کرنے کی پیش کش جو اس منصب کا اہل ہو اور کوئی دوسرا اسکی اہلیت نہ رکھتا ہو' اس شخص کے لیئے اس منصب کو قبول کرلینے سے متعلق واجب کا حکم ہی قابل ترجیح ہے اس لیئے کہ ریاست میں عدل و انصاف کے قیام' حقدار کی داد رسی اور مجرموں کی بیخ کنی ہی میں معاشرہ کا مجموعی مفاد ہے اور اس مفاد کے حصول کے لیئے ایسے اہل شخص پر قضاء کا منصب قبول کرنا واجب ہونا ہی قرین قیاس ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا اسکا اہل نہ ہو۔ جہاں تک امام احمد سے مروی مذکورہ روایت کا تعلق ہے تو علماء نے اس قول کو اس شخص کے لیئے مختص کیا ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اگر اس نے یہ منصب قبول کرلیا تو وہ کسی وجہ سے لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلے نہیں کرسکے گا۔ (۵)

حال ثانی:

فقہاء اسلام (۶) کے نزدیک اگر ایک شخص قضاء کا منصب سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہو مگر اسکے ساتھ ساتھ اس جیسی اہلیت کے اور لوگ بھی موجود ہوں تو اس کے لیئے مندرجہ ذیل دو صورتوں میں قضاء کا منصب قبول کرنا مندوب ہوگا۔

پہلی صورت:۔

وہ شخص سفید پوش ہو اور ضروریات زندگی کا محتاج ہو تو رزق حلال کے حصول کے لیئے اسکا قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا مندوب ہو گا۔

دوسری صورت:۔

وہ شخص بلند پایہ عالم ہو لیکن عوام نہ تو اسکے علم سے آگاہ ہوں اور نہ انہیں اپنے علم سے مستفید کرنے کا اس شخص کے پاس کوئی اور ذریعہ ہو تو اس کے لیئے عوام کو اپنے علم سے مستفید کرنے کی خاطر قضاء کا منصب قبول کرنا مندوب ہوگا۔

حال ثالث:

فقہاء اسلام (۷) کے نزدیک اگر بہت سے افراد قضاء کا منصب قبول کرنے کے لیئے برابر کی اہلیت رکھتے ہوں اور انہی میں سے کسی ایک کو یہ منصب پیش کیا جائے تو ایسے شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا مباح ہوگا۔ لیکن فقہاء کا اس امر پر اختلاف ہے کہ مذکورہ صورت میں

ایسے شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا افضل ہے یا کہ اس سے انکار کرنا۔ اس ضمن میں فقہاء اسلام کے دو نقطۂ نظر ہیں ۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مذہب اول:

مذکورہ صورت میں کسی شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا اس کے انکار سے افضل ہوگا ۔ جمہور فقہاء اسلام (۸) کا یہی مسلک ہے اور وہ اس کی تائید میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سلف صالحین کے طرز عمل سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال:۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بے شمار احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مذکورہ صورت میں قضاء کا منصب قبول کرنا اسکے انکار سے افضل ہوگا۔ ان احادیث میں سے بعض درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۹) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حسد صرف دو کے لیئے جائز ہے ایک اس شخص کے لیئے جسے اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا ہو اور وہ اسے حق کے فروغ کے لیئے لٹا دے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالی نے حکمت کی خوبی سے نوازا ہو اور وہ اسے لوگوں کو سکھاتا ہو اور اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے بھی کرتا ہو (۱۰) ۔

۲۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (۱۱) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اگر کسی حاکم نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ کسی امر میں برحق فیصلہ کیا تو اس کے لیئے اللہ تعالی کے ہاں دو اجر ہیں اور اگر کسی حاکم نے اجتہاد تو کیا مگر وہ درست فیصلہ تک نہ پہنچ پایا تو بھی اس کے لیئے اللہ تعالی کے ہاں ایک اجر ہے (۱۲) ۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "امام عادل کا ایک دن زاہد کی ساٹھ سالہ عبادت سے بہتر ہے اور زمین پر اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی ایک کا نفاذ بھی چالیس دن کی بارش سے بھی زیادہ بہتر ہے" (۱۳) ۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ سات ایسے اشخاص ہیں جنہیں خداوند ذوالجلال اس دن اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا جبکہ اس کی ذات کے علاوہ کسی اور کا سایہ نہیں ہوگا ۱۔ امام عادل' ۲۔ وہ نوجوان جو اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہوئے پروان چڑھا ہو' ۳۔ وہ شخص جس کا مسجد کے ساتھ قلبی تعلق ہو' ۴۔ وہ دو اشخاص جنہوں نے اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کی اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر ایک دوسرے سے الگ ہوئے' ۵۔ وہ شخص جس کو کسی ایسی عورت نے زنا کی دعوت دی جو صاحب منصب اور صاحب جمال ہو مگر وہ یہ کہہ کر اسکی دعوت کو رد کر دے کہ مجھے اللہ کا خوف ہے' ۶۔ وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا اور خفیہ رکھا حتی کہ اس کے بائیں ہاتھ تک کو بھی معلوم نہ ہو پایا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا' ۷۔ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالی کو یاد کیا اور اس کی یاد میں اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ (۱۴)

۵۔ حضرت ابو سعید الخدری (۱۵) رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قیامت کے روز امام عادل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب اور اسکی مجلس کے قریب ترین ہوگا اور امام جابر قیامت کے روز اللہ تعالی کے ہاں سب سے زیادہ مغضوب اور اس کی مجلس سے بعید ترین ہوگا۔ (۱۶)

وجہ استدلال:۔

گذشتہ صفحات میں بیان کی جانے والی احادیث مبارکہ اس امر پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنا اللہ تعالی کے نزدیک صرف پسندیدہ فعل ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلے کرنے والا اللہ تعالی کے نزدیک انتہائی اعلی و ارفع مقام رکھتا ہے۔ ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک اہل شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا اس کے انکار سے افضل ہے۔

سلف صالحین کے طرز عمل سے استدلال:۔

جمہور فقہاء اسلام ایک شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کے قبول کرنے کو انکار کر دینے سے افضل قرار دینے کے بارے میں گذشتہ صفحات میں بیان کردہ احادیث کے علاوہ انبیاء و مرسلین اور سلف صالحین کے طرز عمل کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام نے خود قضاء کا منصب سنبھالا اور انہی کی سنت

پر عمل کرتے ہوئے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ فریضہ سر انجام دیا (۱۷) انبیاء کرام اور اصحاب و خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہمارے لیئے حجت ہے۔ علامہ سرخسی (۱۸) اپنی مشہور کتاب "المبسوط" میں فرماتے ہیں "قضاء بالحق اللہ تعالی پر ایمان کے بعد سب سے سخت فریضہ ہے اور یہ تمام عبادات سے اعلی ترین عبادت ہے۔ اسی لیئے خداوند قدوس نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا اور فرمایا (انی جاعل فی الارض خلیفة) (۱۹) یعنی میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں" اور پھر داؤد علیہ السلام کو ارشاد ہوا (انا جعلناک خلیفة فی الارض) (۲۰) یعنی ہم نے آپ کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا" اور اسی کو قائم کرنے کا حکم تمام انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ ارشاد باری ہوا' (انا أنزلناالتوراة فیها هدی و نور یحکم بها النبیون) (۲۱) یعنی "ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور روشنی ہے جس کے ذریعے انبیاء فیصلہ کرتے ہیں' اور پھر ارشاد ہوا (وان احکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواء هم) (۲۲) یعنی ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کلام کے ذریعہ فیصلے کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے" ۔ خداوند ذوالجلال نے قضاء بالحق کی اسقدر تاکید اس لیئے فرمائی کہ یہی عدل کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اور اسی سے آسمان و زمین کا نظام قائم ہے۔ عقل بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لیئے کہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے ظالم کی سرکوبی اور مظلوم کی داد رسی کی جا سکتی ہے اور اسی کے ذریعے حقدار کو اس کا حق دلایا جا سکتا ہے اور یہی امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی کو قائم کرنے کے لیئے خداوند قدوس نے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور اسی فریضہ کی بجا آوری کے لیئے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود یہ منصب سنبھالا (۲۳) ۔

مذہب ثانی:۔

کسی شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول نہ کرنا اس منصب کو قبول کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ یہ فقہاء حنابلہ کا مذہب ہے (۲۴) اور وہ اپنے اس مذہب کی تائید میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے طرز عمل سے حسب ذیل استدلال پیش کرتے ہیں ۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بہت سی احادیث مبارکہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول نہ کرنا اس کے قبول کرنے سے زیادہ افضل ہے۔
ان احادیث میں سے بعض درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کو ولایت قضاء سونپی گئی یا جو لوگوں کے درمیان قاضی بنا تو اس نے اپنے آپ کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا" (۲۵)۔

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "قیامت کے روز قاضی عادل کے لیئے بھی ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ کہے گا کہ کاش اس نے دنیا میں دو فریقین کے درمیان کھجور کے دانہ برابر نزاع میں بھی فیصلہ کے فرائض سرانجام نہ دیئے ہوتے" (۲۶)۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "روز قیامت آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش وہ آسمان سے گرا ہوتا مگر اس نے لوگوں کے درمیان کوئی منصب حاصل نہ کیا ہوتا" (۲۷)۔

۴۔ حضرت ابو ذرؓ (۲۸) اور بشر بن عاصمؓ (۲۹) رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "جس نے مسلمانوں پر کوئی منصب حاصل کیا تو قیامت کے دن اسے جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے دنیا میں خدا خوفی اور احسان کی روش اختیار کی ہو گی تو بچ نکلے گا اور اگر وہ دنیا میں خدا کے خوف سے عاری اور بد خلق رہا ہو گا تو وہ اس پل کے ہمراہ ہی جہنم میں ڈال دیا جائے گا" (۳۰)۔

مذکورہ احادیث سے وجہ استدلال:۔

گذشتہ بیان کردہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ قضاء کا منصب انتہائی خطرناک منصب ہے اور آخرت میں اس پر سخت پوچھ گچھ ہو گی اور ناکام ہونیکی صورت میں اس شخص کو

جس ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اسکا تقاضا یہی ہے کہ قضاء کا منصب قبول نہ کیا جائے اور یہ احادیث مبارکہ اسی امر پر دلالت کرتی ہیں کہ قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول نہ کرنا اسکو قبول کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

سلف صالحین کے طرز عمل سے استدلال:۔

فقہاء حنابلہ ایک شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول نہ کرنے کو اس منصب کے قبول کرنے سے زیادہ افضل قرار دینے کے حق میں مذکورہ احادیث کے علاوہ سلف صالحین کے طرز عمل کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ سلف صالحین جوابدہی کے خوف کے سبب اس منصب سے اجتناب برتنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے عہد خلافت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو قضاء کا منصب سنبھالنے کی پیش کش کی تو آپ نے اس سے معذوری کا اظہار کیا۔ (۳۱) اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ (۳۲) رحمتہ اللہ علیہ کو کئی بار یہ منصب سنبھالنے کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور اسی کی پاداش میں آپ پر طرح طرح کے مظالم بھی ڈھائے گئے (۳۳)

قول راجح:

دونوں مذاہب کے استدلال کا جائزہ لینے کے بعد میرے نزدیک قضاء کے منصب کی اہلیت رکھنے والے شخص کے لیئے اس منصب کی پیش کش کو قبول کرنے ہی کو افضل قرار دینے والے فقہاء کا قول قابل ترجیح ہے۔ اس لیئے کہ قضاء کے منصب کی تعریف اور اس منصب کو اپنانے کے لیئے ترغیب دینے کے ضمن میں وارد ہونے والی احادیث ان احادیث سے زیادہ قابل اعتبار ہیں جو اس منصب کو قبول نہ کرنے کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود یہ منصب سنبھالا اور ضرورت و حالات کے مطابق مختلف علاقوں میں قضاۃ کا تقرر فرمایا۔ چنانچہ اگر قضاء کے منصب کو قبول کرنا اس کے انکار سے افضل نہ ہوتا تو حضورؐ اور آپ کے خلفاء اس منصب کو نہ تو خود اپناتے اور نہ دوسروں کو مقرر فرماتے۔

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن سے فقہاء حنابلہ نے قضاء کے منصب کی پیش کش قبول نہ کرنے کے لیئے استدلال کیا ہے تو علماء کے نزدیک یہ احادیث اس منصب کی اہمیت

بیان کرنے کے لیئے وارد ہوئی ہیں اور یہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک شخص قضاء کا منصب اپنے پاس ایک امانت سمجھ کر قبول کرے۔ اگر کسی کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ اس امانت کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اسے یہ منصب قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ قضاء کی مشہور کتاب "تبصرۃ الحکام" میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ "جس کو قضاء کا منصب سونپا گیا یا جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا تو وہ بغیر چھری کے ذبح ہو گیا" کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ حدیث قضاء کی عظمت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ جو اس منصب کو قبول کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے نفس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور یہ حدیث حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے کی بھی فضیلت بیان کرتی ہے کہ اسے حق کی خاطر ذبح ہو جانے والے کا رتبہ حاصل ہے۔ چنانچہ قاضی جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور حق و انصاف کی خاطر اپنے اقرباء اور دیگر لوگوں کی مخالفت پر صبر کرتا ہے اور حق و انصاف کا راستہ دکھاتے ہوئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ہاں حق کی خاطر ذبح ہو جانے والے کا درجہ رکھتا ہے اور اس کا مقام ان شہیدوں کے ساتھ بن جاتا ہے جن کے لیئے جنت کی بشارت ہے۔ (۳۴)

جہاں تک فقہاء حنابلہ کے سلف صالحین کے طرز عمل سے قضاء کی پیش کش سے اجتناب کو افضل گرداننے کے دلائل کا تعلق ہے تو فقہائے جمہور نے ان دلائل پر بھی جرح کرتے ہوئے انہیں رد کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قضاء کا منصب سنبھالنے کے لیئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کش اور آپ کے انکار والے مذکورہ واقعہ (۳۵) اور اس قسم کے دیگر واقعات کی صحت پر جمہور فقہاء نے اعتراض کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور دیگر اکابرین سلف کے قضاء کا منصب قبول نہ کرنے کے بارے میں مشہور قاضی علامہ ابن ابی الدم الحموی (۳۶) لکھتے ہیں "آئمہ عظام میں سے جنہوں نے علم و فضل میں درجہ کمال رکھنے کے باوجود اس منصب کو قبول کرنا پسند نہیں کیا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ غایت درجہ اپنے نفس کی حفاظت کرتے تھے اور چونکہ یہ ایک خطرناک منصب ہے' اس لیئے اس سے اجتناب ہی میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس منصب کی ذمہ داریوں کو اپنے ذکر و اذکار' عبادت اور تحصیل علم کی راہ میں رکاوٹ گردانتے ہوئے اس کو حاصل کرنے سے گریز کرتے رہے ہوں (۳۷)۔

علامہ ابن فرحون المالکی (۳۸) رقمطراز ہیں "ہمارے مذہب سے تعلق رکھنے والے اور دیگر مذاہب کے علماء اور مصنفین میں سے بھی بعض نے قضاء کا منصب قبول نہ کرنے کے ضمن میں جس مبالغہ سے کام لیا ہے اور اس منصب کو حاصل کرنے کے لیئے کوشش کو جس طرح ناپسند اور اس سے دور رہنے اور کسی بھی حالت میں اسے قبول نہ کرنے کو جس طرح پسندیدہ ٹھہرایا ہے اس کے نتیجہ میں فقہاء اور اس منصب کی اہلیت رکھنے والے دیگر کثیر افراد کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا جس نے قضاء کا منصب قبول کر لیا تو اس نے اپنا ایمان ہی بیچ ڈالا۔ حالانکہ یہ اعتقاد سراسر گمراہ کن اور غلط ہے اور ایسا گمان رکھنے والے کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور خداوند ذوالجلال سے اپنی اس کوتاہی کی معافی مانگے۔ درست بات تو یہ ہے کہ قضاء کے منصب کی اہمیت اور دین میں اس کے اعلیٰ مقام کے پیش نظر اس منصب کی تعظیم ہر ایک پر واجب ہے۔ اسی کو قائم کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے اور اسی کے قیام سے آسمانوں اور زمینوں کا نظام چل رہا ہے اور اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نعمتوں میں سے ایک قرار دیا ہے جن کے لیئے حسد کرنا بھی مباح ہے" (۳۹)۔

حال رابع:۔

فقہاء اسلام کے نزدیک اگر ایک شخص نے اس حالت میں قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کیا کہ اس منصب کی اہلیت رکھنے والے اس سے بہتر اشخاص بھی موجود ہوں یا اسے یقین ہو کہ وہ قضاء کا منصب حاصل کر کے اس منصب کی ذمہ داریاں نہیں سنبھال سکے گا تو ان صورتوں میں اس شخص کے لیئے قضاء کا منصب قبول کرنا مکروہ ہوگا۔ (۴۰)۔

حال خامس:۔

فقہاء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے آپ کو قضاء کے منصب کے لیئے ناموزوں سمجھنے کے باوجود یہ منصب قبول کیا یا اسے یقین تھا کہ وہ اس منصب پر فائز رہ کر عدل و انصاف کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکے گا اور اپنی خواہشات نفس کا ہی غلام بنا رہے گا اور یا کسی حرام مقصد کے حصول کے لیئے اس نے قضاء کے منصب کی پیش کش قبول کر لی تو ان تمام مذکورہ حالتوں میں اس شخص کے لیئے منصب قضاء کی پیش کش کو قبول کرنا حرام ہوگا۔ (۴۱)

فقہاء اسلام نے اس ضمن میں قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل

پیش کئے ہیں جنکی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قرآن کریم سے استدلال:۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ (۴۲) (حکم کرتا ہے اللہ عدل و احسان کا) اور ارشاد باری ہے "ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (۴۳) (اور نہ باعث ہو تم کو دشمنی کسی قوم کی اوپر اس بات کے کہ نہ عدل کرو وہ بہت نزدیک ہے پرہیزگاری کے) مذکورہ آیات کریمہ میں خداوند ذوالجلال نے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کر سکتا' اس کے لیئے یہ منصب قبول کرنا جائز نہیں۔ اگر اس نے اپنی اس کمزوری کا علم ہونے کے باوجود یہ منصب قبول کیا تو وہ اپنے فیصلے قرآن کے مطابق نہیں کر سکے گا اور پھر قرآن کریم ہی کی رو سے فسق' کفر یا ظلم کا مرتکب ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ (۴۴) (اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہی ہیں کافر) اور ارشاد خداوندی ہے "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔ (۴۵) (اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق)۔

مذکورہ آیات کریمہ کی رو سے قرآن و سنت کی روشنی میں نہ صادر ہونے والا فیصلہ صحیح فیصلہ نہیں ہو سکتا اور ایسا فیصلہ کرنے والا کفر اور فسق کا مرتکب ہوتا ہے چنانچہ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اگر ایک شخص قضا کے منصب کا اہل نہ ہو یا یہ منصب حاصل کر کے کوئی ناجائز مقصد حاصل کرنا چاہتا ہو تو ایسے شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا حرام ہو گا اور اس سے صادر ہونے والا فیصلہ قرآن و سنت کے بر خلاف ہونیکی وجہ سے درست نہیں ہو گا اور وہ اس فیصلے کے ذریعہ کفر' فسق اور ظلم کا مرتکب ہوگا۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال:۔

فقہاء اسلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بہت سی احادیث سے بھی استدلال پیش کیا ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت بریدہ (۴۶) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ "قاضی تین قسم کے ہیں، جن میں سے دو جہنمی ہیں اور ایک جنتی، جس نے دیدہ و دانستہ حق کے خلاف فیصلہ کیا وہ جہنمی ہے اور جس نے علم کے بغیر فیصلے کر کے لوگوں کے حقوق ضائع کیئے وہ بھی جہنمی ہے اور جس نے عدل و انصاف اور حق کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جنتی ہے" (۴۷)۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کو دس آدمیوں پر بھی کوئی منصب سونپا گیا اور اس نے ان کے درمیان اپنی پسند وناپسند کے مطابق فیصلہ کیا تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائیگا کہ اس کے ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھے ہونگے۔ اگر اس نے اللہ تعالی کے نازل کیئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا اور اپنے فیصلہ میں رشوت نہیں لی ہوگی اور نہ ہی جانبداری برتی ہوگی تو اللہ تعالی اس دن جبکہ اس کی ذات کے علاوہ کسی اور کا حکم نہیں چلتا ہوگا اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور کی غلامی ہو سکے گی، اس شخص کو آزاد کر دے گا لیکن اگر اس نے اللہ تعالی کے نازل کیئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کے بجائے کسی اور کے حکم کی پیروی کی ہو گی اور اپنے فیصلہ کے لیئے رشوت لی ہو گی اور جانبداری سے کام لیا ہوگا تو اس کے بائیں بازو کو اس کے دائیں بازو کے ساتھ مضبوطی سے کس دیا جائے گا اور اسی حالت میں اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا (۴۸)۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے ایک گروہ میں سے کسی شخص کو اس گروہ پر کوئی منصب عطا کیا حالانکہ اس گروہ میں کوئی ایسا فرد بھی موجود تھا جو اس منصب کا زیادہ اہل تھا تو اس نے اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے ساتھ خیانت برتی" (۴۹)۔

۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جسے مسلمانوں پر حکومت ملی اور اس نے اپنی پسند و ناپسند کے مطابق کسی کو کوئی منصب عطا کیا تو اس پر خدا کی لعنت ہو گی اور قیامت کے دن اللہ تعالی اس کی کوئی حیل و حجت قبول نہیں فرمائے گا اور اسے جہنم میں داخل کرے گا" (۵۰)۔

۵۔ حضرت معقل بن سنان (۵۱) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کسی کو اس امت کے امور میں سے کوئی بھی چھوٹا یا بڑا معاملہ سپرد کیا گیا اور اس نے عدل و انصاف سے کام نہ لیا تو اللہ تعالی قیامت کے روز اسے جہنم کی آگ میں

ٹھکانہ دیں گے" (۵۲)۔

وجہ استدلال۔

گذشتہ صفحات میں ذکر شدہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی منصب کی اہلیت کے لیئے علم و عمل کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور عدل و انصاف کو معیار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ جو شخص احکام شریعت سے واقف نہ ہو یا فاسق و فاجر ہو یا یہ یقین رکھتا ہو کہ اگر اسے یہ منصب سونپا گیا تو وہ لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلے نہیں کر سکے گا تو وہ مذکورہ احادیث جن میں ظلم و زیادتی کرنے والوں' حق و انصاف سے پہلوتہی کرنے والوں اور احکام شریعت سے جہالت کے باوجود لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور انہیں سخت عذاب کی نوید سنائی گئی ہے' کی روشنی میں قضاء کا منصب سنبھالنے کا اہل نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر اس نے قضاء کے منصب کے لیئے مطلوب اہلیت نہ رکھنے کے باوجود یہ منصب قبول کیا یا اس منصب کی قبولیت کو کسی ناجائز مقصد کے حصول کا ذریعہ سمجھا یا اسے یقین تھا کہ وہ یہ منصب قبول کر کے اس کا حق ادا نہیں کر سکے گا اور اپنی خواہشات نفس کا ہی غلام بنا رہے گا اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرنا اس کے لیئے مشکل ہوگا تو ان تمام صورتوں میں اس شخص کے لیئے قضاء کے منصب کی پیش کش کو قبول کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہوگا۔

دوسری صورت:۔ قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کا شرعی حکم:

اگر اسلامی ریاست کا کوئی شہری از خود قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرے تو فقہاء اسلام اس شخص کیلیئے قضاء کے منصب کی طلب کو پانچ شرعی حیثیتوں سے بیان کرتے ہیں (۵۳) چنانچہ فقہاء کے نزدیک قضاء کا منصب حاصل کرنے کے لیئے کوشش کرنے والے کا قضاء کا منصب طلب کرنا بعض حالات میں اس کے لیئے واجب' بعض میں مندوب' بعض میں مباح' بعض میں مکروہ اور بعض میں حرام ہوگا' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ طلب واجب۔

مالکی (۵۴) اور شافعی (۵۵) مذاہب کے فقہاء کے نزدیک اس شخص کے لیئے قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنا اور حکومت سے یہ منصب طلب کرنا واجب ہوگا جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو یا عالم ہو اور انصاف کے مطابق فیصلوں کی اہلیت رکھتا ہو اور اس صورت

میں قضاء کا منصب طلب کرے کہ اس کے علاوہ اس منصب کا کوئی اہل موجود نہ ہو۔ مشہور قاضی ابن فرحون المالکی فرماتے ہیں، قضاء کا منصب طلب کرنے کی پانچ صورتیں ہیں ۔ واجب، مباح، مستحب، مکروہ اور حرام، پہلی قسم وہ ہے کہ ایک شخص اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو یا صاحب علم ہو اور اجتہاد کے مطابق صحیح انصاف کر سکتا ہو اور اس مقام پر کوئی اور قاضی نہ ہو یا اگر ہو تو شرعی طور پر قضاء کے منصب کی اہلیت نہ رکھتا ہو یا اگر وہ قضاء کا منصب حاصل نہ کرے تو کسی ایسے شخص کے اس منصب کے حاصل کر لینے کا اندیشہ ہو جو اس منصب کے قابل نہ ہو یا قضاء کا منصب کسی ایسے شخص کے پاس ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو اور اس کے معزول ہونے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو کہ یہ شخص اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرے ۔ ان تمام مذکورہ صورتوں میں عوام کے حقوق کے تحفظ اور احکام شریعت کے نفاذ کے لیئے اس شخص پر قضاء کے منصب کو طلب کرنا اور اس کے حصول کے لیئے کوشش کرنا واجب ہو گا (۵۶) ۔

علاوہ ازیں فقہاء اسلام مذکورہ صورتوں میں قضاء کے منصب کے حصول کے لئے کوشش پر قرآن میں مذکور حضرت یوسف علیہ السلام کے قول سے استدلال پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے مصر کے حکمران سے یہ کہہ کر ولایت طلب کی تھی کہ "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ (۵۷) (مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر فرمائیں تحقیق میں نگرانی کرنے والا علم رکھنے والا ہوں)۔

فقہاء احناف (۵۸) اور حنابلہ (۵۹) کے نزدیک کسی بھی صورت میں قضاء کا منصب طلب کرنا واجب نہیں اس لیئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر کوئی بھی امارت طلب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس ضمن میں آپ سے مروی احادیث میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

الف۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کوئی منصب عطا فرمائیں اور آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے میری پیٹھ ٹھونکتے ہوئے فرمایا کہ "اے ابا ذر آپ کمزور ہیں اور اس امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اس کا حاصل کرنا آپ کے لیئے قیامت کے دن ذلت اور رسوائی کا باعث ہو گا۔ اور اس سے قیامت کو صرف وہ شخص مستثنیٰ ہو گا جس نے اس منصب کو حق کیساتھ

حاصل کیا اور پھر اس کا حق ادا بھی کیا۔

ب۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے ابو ذر میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے، کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے اموال کا سرپرست بننا" (۶۰)۔

ج۔ حضرت انس بن مالک (۶۱) رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "جس نے قضاء کا منصب طلب کیا اور اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کی تو اس پر اس کا بوجھ بھاری کر دیا گیا اور جس نے نہ تو یہ منصب خود طلب کیا اور نہ ہی اس کے حصول کے لیئے کوشش کی اللہ تعالی نے اپنے فرشتوں کی مدد کے ذریعہ اسے راہ راست دکھا دی" (۶۲)۔

وجہ استدلال:۔

مذکورہ احادیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت طلب کرنے اور اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنے سے منع فرمایا ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ قضاء کا منصب طلب کرنا کسی بھی صورت میں واجب نہیں ہو سکتا اس لیئے کہ قضاء بھی امارت کی ہی ایک قسم ہے۔

جہاں تک مالکی اور شافعی مذاہب سے تعلق رکھنے والے فقہاء کی قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ولایت طلب کرنے کے بارے میں مذکور دلیل (اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم) کا تعلق ہے تو قاضی ابو یعلی الحنبلی (۶۳) اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حضرت یوسف علیہ السلام کا ولایت طلب کرنے کا یہ قول کسی دوسرے کے لیئے ولایت طلب کرنے کا جواز نہیں فراہم کر سکتا اس لیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور گناہوں سے معصوم ہونے کی وجہ سے وہ جو منصب بھی سنبھالتے ظلم و زیادتی کا اس میں کوئی شائبہ تک بھی نہیں ہو سکتا تھا جبکہ کسی دوسرے سے اس قسم کی توقع مشکل ہے"۔ (۶۴)

قول راجح:۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ قضاء کے منصب کی اہلیت رکھنے والے شخص کے لیئے اس صورت میں اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کو واجب قرار دینا جبکہ کوئی دوسرا اس کا اہل موجود نہ ہو ہی ایسا قول ہے جو زیادہ قابل اعتبار ہے اس لیے کہ خدوند کریم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے کا حکم دیا ہے' ارشاد ربانی ہے ' ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون (۶۵) (اور چاہئیے کہ ہو تم میں سے ایک جماعت کہ بلاویں طرف بھلائی کے اور حکم کریں ساتھ اچھی چیز کے اور منع کریں نامعقول سے اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا پانے والے)۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ادا کرنے کا یہ فرض اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اس منصب کا اہل شخص خود یہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ دوسری جانب قضاء کے منصب کی اہلیت رکھنے والے کے لیئے یہ منصب حاصل کرنا شرعی طور پر فرض کفایہ کا حکم رکھتا ہے لیکن اگر کسی ایک کے علاوہ کوئی دوسرا اس منصب کی اہلیت رکھنے والا موجود نہ ہو تو اس ایک شخص کے لیئے اس منصب کے حصول کی کوشش کرنا فرض عین ہو جائیگا۔

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن میں یہ منصب حاصل کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے تو ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ احادیث اس شخص کو قضاء کے منصب کے حصول کے لیے کوشش سے منع کرتی ہیں جو اس منصب کی اہلیت نہیں رکھتا یا اس صورت میں اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرتا ہے کہ اس کے لیئے یہ منصب طلب کرنا واجب نہیں ہوتا۔ جہاں تک مذکورہ صورت کا تعلق ہے تو اس میں چونکہ قضاء کا منصب سنبھالنا شرعی طور پر اس کے لیئے واجب ہے اس لیے اس منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنا اور اس کا طلب کرنا بھی اس پر واجب ہوگا۔

۲۔ طلب مندوب:۔

مالکی (۶۶) اور شافعی (۶۷) مذاہب کے فقہاء کے نزدیک اس شخص کے لیئے قضاء کے منصب کے حصول کی کوشش کرنا مندوب ہوتا ہے جو عالم ہو مگر عوام علم میں اس کے مرتبہ سے

واقف نہ ہوں اور یہ منصب حاصل کر کے وہ لوگوں کو اپنے علم سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا قضاء کے منصب کی اہلیت رکھنے والے اور لوگ بھی موجود ہوں مگر وہ اس منصب کا زیادہ اہل ہو۔ ان حالات میں اس شخص کے لئے قضاء کا منصب طلب کرنا اس لیے مندوب ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے طرز عمل سے مذکورہ صورتوں میں قضاء کا منصب حاصل کرنے کی ترغیب ملتی ہے (۶۸) احناف (۶۹) اور حنابلہ (۷۰) مذکورہ صورتوں میں بھی قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کو ناپسند کرتے ہیں اور اس ضمن میں ان دلائل سے استدلال پیش کرتے ہیں جو کسی بھی صورت میں یہ منصب طلب نہ کرنے کے لیئے وارد ہوئے ہیں اور جن کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فقہاء احناف اور حنابلہ ہی کا مسلک قابل ترجیح ہے اس لیے کہ قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنا صرف اسی صورت میں ضروری معلوم ہوتا ہے جب کہ ایک شخص پر اس منصب کا حاصل کرنا واجب بنتا ہو اور جس کی صورت ہم قضاء کے لیئے طلب واجب کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ رہی مذکورہ حالت تو اس میں قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش نہ کرنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے کہ قضاء کے منصب کی طلب واجب ہونے کے علاوہ کسی دوسری صورت میں یہ منصب طلب کرنا پسندیدہ عمل نہیں اور اس زیر بحث صورت میں بھی قضاء کا منصب طلب نہ کرنا ہی قابل ترجیح مسلک ہے۔

۳۔ طلب مباح:

مالکی (۷۱) اور شافعی (۷۲) مذاہب کے فقہاء کے نزدیک اس شخص کے لیے قضاء کا منصب حاصل کرنے کی خاطر کوشش کرنا اور حکومت سے یہ منصب طلب کرنا مباح ہوگا جو قضاء کے منصب کے لیے مطلوب اہلیت رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تہی دست اور صاحب عیال ہو اور یہ منصب حاصل کر کے رزق حلال کمانے کا ارادہ رکھتا ہو' مذکورہ صورت میں اس منصب کا حصول اس شخص کے لیے اس لیے مباح ہوگا کیونکہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے وہ ذریعہ اپنا رہا ہے جو نہ صرف جائز ہے بلکہ احادیث میں اس کی فضیلت بھی وارد ہوئی ہے۔ ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ فقہاء احناف اور حنابلہ ہر صورت میں قضاء کا منصب طلب کرنے کو ناپسند

قرار دیتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہی مسلک قابل اعتبار ہے اس لیے کہ یہ منصب حاصل کر کے رزق حلال کمانے کی دلیل ان دلائل کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں رکھتی جو یہ منصب حاصل نہ کرنے کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں۔

۴۔ طلب مکروہ:

فقہاء اسلام کے نزدیک مندرجہ ذیل حالتوں میں قضاء کا منصب طلب کرنا مکروہ ہوگا (۷۳)۔

الف۔ جبکہ اس شخص سے زیادہ اہلیت رکھنے والا کوئی اور شخص بھی موجود ہو۔

ب۔ جب کہ وہ اس منصب کے ذریعہ اپنی شہرت اور بڑائی چاہتا ہو۔

۵۔ طلب حرام:

فقہاء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے (۷۴) کہ اس شخص کے لیئے قضاء کے منصب کے حصول کی کوشش کرنا اور حکومت سے یہ منصب طلب کرنا حرام ہوگا جو اس منصب کی اہلیت نہ رکھتا ہو یا یہ منصب حاصل کر کے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا اس منصب کے حصول کے ذریعہ رشوت خوری اور ناجائز کمائی چاہتا ہو' ان تمام صورتوں میں قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنا اور حکومت سے یہ منصب طلب کرنا حرام ہوگا اس لئے کہ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے مذکورہ تمام صورتوں میں قضاء کا منصب قبول کرنا یا اس کے حصول کے لیئے کوشش کرنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے' اس ضمن میں گذشتہ صفحات میں قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء کے مذاہب کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

خلاصہ بحث:

طلب قضاء کے بارے میں فقہاء اسلام کے نظریات اور ان کے دلائل کی روشنی میں یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص کے لیئے اس منصب کا حاصل کرنا ان حالات کی رو سے جو طلب واجب کے عنوان کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں واجب نہ ہوتا ہو تو باقی تمام صورتوں میں قضاء کے منصب کے حصول کے لیئے کوشش کرنا اور حکومت سے یہ منصب طلب کرنا یا تو حرام ہوگا اور یا مکروہ اس لیئے کہ احادیث اور سلف صالحین کا طرز عمل اسی امر پر دلالت کرتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ علاو الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج۷، ص۲،
دارالکتاب العربی، بیروت الطبعۃ الثانیۃ، س ط (ن)۔
جماعۃ من علماء الهند، الفتاوی العالمکیریۃ المعروف بالفتاوی الهندیۃ، ج ۳، ص ۳۰۸،
المطبعۃ الامیریۃ، القاہرہ الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۱ھ۔
القاضی ابراہیم بن علی ابن ابی القاسم بن محمد بن فرحون المدنی، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناهج الاحکام، ج۱، ص ۱۲- ۱۳، مطبعۃ مصطفی الحلبی واولادہ بالقاهرۃ الطبعۃ الاخیرۃ۔
محمد بن محمد بن عبدالرحمن الطرابلسی المغربی بالخطاب، مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل، ج۶، ص ۱۰۰، مکتبۃ النجاح، طرابلس، لیبیا۔
ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی، ادب القاضی للماوردی، ج۱، ص ۱۴۲، مطبعۃ العانی، بغداد، ۱۳۹۲ھ۔
شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج الی معرفہ الفاظ المنهاج
ج۴، ص ۳۷۳، دارالفکر، بیروت، نشر المکتبۃ الاسلامیۃ۔
عبدالله بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی، المغنی علی مختصر الخرقی، ج۹، ص ۳۶، مطبعۃ دار المنار، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۶۵ھ۔
علاء الدین ابی الحسن علی بن سلیمان المردادی، تحقیق محمد حامد الفقی، الانصاف فی معرفہ الراجع من الخلاف علی مذهب الامام احمد بن حنبل، ج ۱۱، ص ۱۵۵، المطبعۃ المصریۃ بالازهر بالقاہرۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۴ھ۔

۲۔ محمد نجیب المطیعی، المجموع شرح المهذب التکملۃ، ج ۱۹، ص ۱۱۰-۱۱۱، المکتبۃ العالمیۃ، بمصر، الطبعۃ الاولی۔

۳۔ آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی تھا۔ حنبلی مذہب کے امام تھے۔ علم کے حصول کے لیئے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام، مغرب، ایران اور کئی ممالک کا سفر کیا۔ آپ کی تصانیف میں "المسند" اور "فضائل القرآن" مشہور ہیں۔ آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: طبقات الحنابلہ لابی یعلی ج۱ ص ۴ تا ۲۰۔

۴۔ المغنی ج ۹، ص ۳۶ - ۳۷۔

۵۔ المغنی ج ۹ ص ۳۷ - الانصاف ج ا ص ۱۵۶۔

۶۔ الفتاوی الهندیة ج۳ ص ۳۰۶' مواهب الجلیل ' ج ٦ ص ۱۰۰۔۱۰۲' المجموع ج ۱۹' ص ۱۱۱' المغنی ج ۹ ص ۳٦۔

۷۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳ ۔ ۴ ' الفتاوی الہندیہ ج ۳ ص ۳۰٦ المغنی ج ۱ ص ۳۵۔

۸۔ المبسوط ' محمد بن احمد ابوبکر شمس الائمة السرخسی: (دارالمعرفة للطباعة و النشر بیروت الطبعة الثانیة - ۱۳۳۱ھ) ج ۱٦ ص ۵۹ - ٦۰' بدائع الصنائع ج ۷ ص ۴ - علاو الدین ابوالحسن علی بن خلیل الطرابلسی : معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الحکام' (مطبعة مصطفی الحلبی بمصر الطبعة الثانیة ۱۳۹۳ھ) ص ۸' تبصره الحکام ج ۱ ص ۱۳ - ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالله المعروف بابن ابی الدم الحموی: ادب القضا (الدرر المنظومات فی الاقضیة والحکومات) (مجمع اللغة العربیة - بدمشق) ۱۳۹۵ھ تحقیق - الدکتور محمد مصطفی الزحلیی ص - ۸ -

۹۔ ان کا اسم گرامی عبدالله بن مسعود الهزلی اور کنیت ابو عبدالرحمان تھی ۔ بہت جلیل القدر صحابی تھے"۔ مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں اسلام قبول فرمایا اور پھر مکہ میں با آواز بلند سب سے پہلے آپ ہی نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی ۔ آپ کو سفر و حضر میں ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور صحبت نصیب رہی۔ آپ کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی ۔ دیکھئے : الاستیعاب ترجمہ ۱٦۵۹' الاصابتہ ۴۹۵۴' تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۷ - ۲۸۔

۱۰۔ حدیث کی روایت کے لیئے دیکھئے : البخاری کتاب العلم' الحدیث : ۷۳ و ۱۴۰۹ و ۷۱۴۱: مسلم کتاب الصلوۃ ' حدیث ۸۱٦' ابن ماجہ کتاب الزھد حدیث' ۴۲۰۸' تحفہ الاشراف ۷/۱۳۴۔

۱۱۔ ان کا نام عمرو بن العاص القرش اور کنیت ابو عبداللہ تھی ۔ ۸ ھ میں اسلام قبول کیا۔ جنگ صفین کے موقع پر امیر معاویہ ؓ کی طرف سے آپ ہی ثالث نامزد ہوئے تھے ۔ آپ کی وفات ۴۳ھ میں ہوئی دیکھئے : الاصابتہ ' ترجمہ ۵۸۸۴۔

۱۲۔ روایت کے لیئے دیکھئے : البخاری کتاب الاعتصام حدیث ۷۳۵۲ ۔ مسلم کتاب الاقضیہ حدیث ۱۷۱٦' ابوداود کتاب الاقضیہ حدیث ۳۵۷۴' ابن ماجہ کتاب الاحکام حدیث ۲۳۱۴' تحفة الاشراف جلد ۸ صفحہ ۱۵۸۔

۱۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۱۹۳۲' علامہ الھیثمی اس حدیث کی سند پر معترض ہیں اور اس کے ایک راوی زریق بن سخت کو مجہول قرار دیتے ہیں : دیکھئے: مجمع الزوائد ج ٦ / ص ۲٦۳۔

۱۴۔ البخاری کتاب الاذان حدیث ٦٦۰ و ۱۴۳۳' مسلم کتاب الزکوۃ حدیث ۱۰۳۱' الترمذی کتاب الاحکام حدیث ۲۳۹۱' النسائی جلد ۸ صفحہ ۲۲۲۔

۱۵۔ ان کا اسم گرامی سعد بن مالک سنان الخزری اور کنیت ابو سعید تھی۔ جلیل القدر صحابی تھے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاتعداد احادیث کی روایت کی ہے۔ آپ کی وفات ۷۴ ھ میں ہوئی ۔

دیکھئے: الاستیعاب ترجمہ ۹۵۴، الاصابہ ترجمہ ۳۱۹۶، تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۳۷۹۔

۱۶۔ الترمذی کتاب الاحکام حدیث ۱۳۲۹، امام ترمذی اس حدیث کی روایت کے بعد اسے درجہ "حسن غریب" میں شمار کرتے ہیں، السنن الکبری للبیہقی ج ۱۰ ص ۸۸۔

۱۷۔ اس کی تفصیل گذشتہ صفحات پر ملاحظہ ہو۔

۱۸۔ ان کا نام محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی تھا۔ اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ اصولی اور مجتہد تھے۔ آپ کا شمار احناف کے ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں "المبسوط" و "شرح الجامع الکبیر" و "النکت" بہت مشہور ہوئیں۔ وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی۔ دیکھئے۔ الجواہر المضیئہ ۲/ ۲۸۔ ۲۹، الفوائد البھیۃ صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹۔

۱۹۔ سورہ بقرہ آیت ۳۰۔

۲۰۔ سورہ ص آیت ۲۶۔

۲۱۔ سورہ المائدۃ آیت ۴۴۔

۲۲۔ سورہ المائدۃ آیت ۴۹۔

۲۳۔ المبسوط ج ۱۶/ ص ۵۹ - ۶۰۔

۲۴۔ المغنی ج۹، ص ۳۶، کشاف القناع ج ۶ ص ۳۸۷، منتہی الارادات ۵۷۱/۲۔

۲۵۔ الترمذی کتاب الاحکام، حدیث ۱۳۲۵، امام ترمذی اسے "حسن غریب" فرماتے ہیں۔ ابو داود " حدیث ۳۵۷۱۔

۲۶۔ یہ حدیث مسند الامام احمد میں مروی ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد ۱۹۲/۴۔

۲۷۔ حاکم نے "المستدرک" میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ اور علامہ الذھبی بھی انکی تائید کرتے ہیں۔ دیکھئے المستدرک ۹۱/۴۔

۲۸۔ ان کا اسم گرامی جندب بن جنادہ الغفاری اور کنیت ابو ذر تھی۔ آپ اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ" کہہ کر اس کو ہمیشہ کے لیئے مسلمانوں کا شعار بنا دیا۔ حضور کی وفات کے بعد آپ شام منتقل ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں واپس مدینہ منتقل ہو کر ۳۲ ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے۔ الاستیعاب ترجمہ ۳۲۹، الاصابہ ترجمہ ۳۸۴ باب الکنی۔

۲۹۔ آپ کا نام بشر بن عاصم المخزومی تھا۔ حضورؐ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ نبی کریمؐ نے مکہ و مدینہ میں صاحب استطاعت مسلمانوں سے صدقات و عطیات وصول کرنیکی ذمہ داری آپ ہی کو سونپی تھی۔ اعلام کی کتب میں آپ کی تاریخ وفات موجود نہیں۔

۳۰۔ طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں ایک طویل قصہ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث ۱۳۱۹ اور علامہ الہیثمی مجمع الزوائد میں اس کی سند پر طعن کرتے ہیں ۔ دیکھئے ۔ مجمع الزوائد ۲۰۶/۵۔ دیکھئے ۔ الاستیعاب ترجمہ ۱۹۲ ۔ الاصابہ ترجمہ ۶۶۳۔

۳۱۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے قاضی کا عہدہ سنبھالنے کو کہا تو آپ نے معذرت چاہی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ آپ اس منصب کو قبول کیوں نہیں کرتے جب کہ آپ کے والد گرامی تو خود لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواباً گذارش کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے اس بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ مجھے یہ منصب قبول کرنے سے باز رکھنے کے لیئے کافی ہے۔ دیکھئے: سنن الترمذی کتاب الاحکام حدیث ۱۳۲۲'امام ترمذی حدیث کو غریب کا درجہ دیتے ہیں۔

۳۲۔ آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تھا۔ حنفی مذہب کے امام تھے اور علم و زھد میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ بعض اصحاب رسول جن میں سے حضرت معقل بن یسار اور انس رضی اللہ عنہما شامل ہیں' سے آپ کی ملاقات بھی ثابت ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو قضاء کا منصب قبول کرنے کی گذارش کی مگر آپ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے عیال کی حیثیت رکھتے ہیں"۔ آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ دیکھئے : الجواہر المضیئۃ ۲۶/۱۔۲۷ طبقات الفقہاء للشیرازی صفحہ ۶۷۔

۳۳۔ "حاشیہ ابن عابدین" میں ہے کہ "امام ابو حنیفہ کو تین مرتبہ قضاء کے منصب کی پیش کش ہوئی اور آپ نے ہر مرتبہ اسے ٹھکرا دیا اور آپ کے اس انکار کی پاداش میں ہر مرتبہ ۳۰ دروں کی سزا دی گئی ۔ جب آخری مرتبہ آپ کو یہ پیش کش ہوئی تو آپ نے یہ کہہ کر مہلت مانگی کہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرلوں ۔ چنانچہ جب آپ نے اپنے معتمد شاگرد امام ابو یوسف سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی کہ اگر آپ یہ منصب قبول کرلیں تو اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ امام ابو حنیفہ اس پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ "کیا اگر مجھے یہ حکم دیا جائے کہ میں اپنے بازووں سے تیر کر سمندر پار کردوں تو یہ ممکن ہوگا۔ اسی طرح میرے لیئے قاضی بننا بھی ممکن نہیں ۔ " دیکھئے۔ حاشیہ ابن عابدین جلد ۵ صفحہ ۳۶۸۔

۳۴۔ تبصرۃ الحکام لابن فرحون المالکی ج ۱/ ص ۱۴۔

۳۵۔ اس واقعہ کو امام ترمذی نے ہی نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کی صحت پر اعتراض کیا ہے۔ امام ترمذی کی رائے گذشتہ صفحات میں اس واقعہ کے ضمن میں مذکورہ حاشیہ میں گذر چکی ہے۔

۳۶۔ آپ کا نام ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمنعم ابو اسحاق الحموی تھا اور ابن ابی الدم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ فقیہ' اصولی مورخ اور مشہور قاضی تھے۔ آپ کا شمار شافعی مذہب کے فقہاء کبار میں ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں "ادب القضاء" و "کتاب التاریخ" و "التاریخ المظفری"

بہت مشہور ہیں۔ وفات ۶۴۲ میں ہوئی۔ دیکھئے: طبقات الشافعیۃ للاسنوی ج ۱ ص ۵۴۶' شذرات الذھب ۵/۲۱۳۔

۳۷۔ ادب القضاء للحموی صفحہ ۱۱۔

۳۸۔ آپ کا نام ابراہیم بن علی ابن فرحون تھا۔ مالکی مذہب کے آئمہ اور اپنے وقت کے مشہور قضاۃ میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف میں "تبصرہ الحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام" و "الدیباج المذھب" و "طبقات علماء المغرب" بہت مشہور ہیں۔ آپ کی وفات ۷۹۹ھ میں ہوئی۔ دیکھئے۔ تعریف الخلف ج ۱/ ص ۱۹۷' الفتح المبین ج ۲ / ص ۲۱۱۔

۳۹۔ تبصرۃ الحکام' ج ۱ ص ۱۳۔

۴۰۔ فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۰' الفتاوی الہندیہ ج ۳ / ص ۳۰۶' ادب القضاء للحموی ص ۴۱' مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴' المجموع شرح المہذب ج ۱۹ ص ۱۰۶' المغنی ج ۹ ص ۳۶ 'کشاف القناع ج ۶ ص ۲۸۸۔

۴۱۔ دیکھئے۔ بدائع الصنائع ۷/۳ "معین الحکام ص ۸' الفتاوی الہندیہ ۳۰۶/۳ شرح الخرشی' ابو عبداللہ محمد الخرشی (المطبعۃ الامیریہ مصر) ۔ ج ۷ ص ۱۴۱ مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴' اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۶۔۳۷۔

۴۲۔ سورۃ النحل' آیت ۹۰۔

۴۳۔ سورۃ المائدۃ آیت ۸۔

۴۴۔ سورۃ المائدۃ ۴۴۔

۴۵۔ سورۃ المائدۃ آیت ۴۷۔

۴۶۔ آپ کا اسم گرامی بریدہ بن الحصیب الاسلمی تھا۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ غزوہ بدر سے قبل اسلام قبول کیا اور کچھ وقت کے لیئے اپنی قوم سے صدقات وصول کرنے پر مامور کیئے گئے۔ وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔ دیکھئے۔ الاصابہ ترجمہ ۶۳۲' تہذیب التھذیب ج ۱ ص ۴۳۲۔

۴۷۔ الترمذی کتاب الاحکام حدیث ۱۳۲۲ ' ابو داؤد کتاب الاقضیہ حدیث ۳۵۷۳' ابن ماجہ کتاب الاحکام حدیث ۲۳۱۵' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۹۰' حاکم اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں۔

۴۸۔ اس حدیث کو حاکم "المستدرک علی الصحیحین" میں روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں سعدان بن الولید البجلی ہے' جو قابل اعتماد نہیں۔ المستدرک جلد ۴ صفحہ ۱۰۳۔

۴۹۔ حاکم المستدرک میں روایت کے بعد اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے۔ المستدرک ج ۴ ص ۹۲۔

۵۰۔ روایت کے لیئے دیکھیئے ۔ مسند الامام احمد ج ۱ ص ۷ ' المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۹۳' حاکم المستدرک میں مذکورہ روایت کے بعد اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں اور علامہ الذھبی بھی ان کی تائید فرماتے ہیں۔

۵۱۔ ان کا اسم گرامی معقل بن سنان الاشجعی تھا۔ انہیں کچھ وقت کے لیئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سعادت حاصل رہی۔ فتح مکہ اور غزوہ تبوک کے دوران اپنی قوم کے لواء بردار رہے۔ آپ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ آپ کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔

الاستیعاب ترجمہ ۲۴۶۰' الاصابہ ترجمہ ۸۱۳۸' تہذیب التہذیب ۱۰/ ۲۳۳ ۔

۵۲۔ اس حدیث کو حاکم نے "المستدرک علی الصحیحین میں روایت کیا ہے اور حدیث کی روایت کے بعد حاکم اسے صحیح الاسناد قرار دیتے ہیں اور علامہ الذھبی بھی ان کی تائید کرتے ہیں : دیکھیئے : المستدرک علی الصحیحین ۴/ ۹۰۔ ۹۱۔

۵۳۔ معین الحکام صفحہ ۱۰' تبصرۃ الحکام جلد ۱' صفحہ ۱۶۔ ۱۷۔

۵۴۔ تبصرۃ الحکام جلد ۱ صفحہ ۱۶' جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل ۲/ ۳۱۲ ۔

۵۵۔ ادب القضاء للحموی' صفحہ ۳۸ المجموع شرح المھذب ج ۱۹ ص ۱۱۱ ۔

۵۶۔ تبصرۃ الحکام ۱/ ۱۶۔

۵۷۔ سورۃ یوسف آیت ۵۵ ۔

۵۸۔ بدائع الصنائع جلد ۷ صفحہ ۳' فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۰ ۔

۵۹۔ الانصاف ج ۱۱' ص ۱۵۶' کشاف القناع ج ۶ ص ۲۸۷ : الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۷۰ ۔ ۷۱۔

۶۰۔ احادیث کی روایت کے لیئے دیکھیئے ۔ مسلم کتاب الامارۃ حدیث ۱۸۵۲۔

۶۱۔ آپ کا اسم گرامی انس بن مالک بن النضر تھا۔ رسول اللہ صلعم کے جلیل القدر ساتھیوں اور آپ کے خادموں میں سے تھے۔ ۹۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی ۔ الاستیعاب ترجمہ ۸۲' الاصابہ ترجمہ ۲۷۷' تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۷۶ ۔ ۳۷۹۔

۶۲۔ ابو داود ' کتاب الاقضیتہ حدیث ۳۵۷۸' الترمذی کتاب الاحکام' حدیث ۱۳۲۴' امام ترمذی اس حدیث کو "حسن غریب" کے درجہ میں رکھتے ہیں ۔ ابن ماجہ' کتاب الاحکام حدیث ۲۳۰۹۔ مسند الامام احمد ج ۳ ص ۔ ۲۲۰' المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۹۲ ۔

۶۳۔ ان کا نام محمد بن الحسین الفراء اور کنیت ابو یعلی تھی۔ بہت بلند پایہ فقیہ ' اصولی' مجتہد اور اپنے زمانے کے مشہور قاضی تھے۔ انکا شمار کبار فقہاء حنابلہ میں ہوتا ہے' ان کی تصانیف میں "الاحکام السلطانیہ"

و"العدہ" بہت مشہور ہیں ۔ وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی ۔ دیکھئے ۔ الذیل علی طبقات الحنابلہ ج۱ ص۲۴۰۔۲۵۰، شذرات الذہب ج ۳ ص ۳۰۶ ۔ ۳۰۷۔

۶۴۔ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ ۷۲ ۔

۶۵۔ سورۃ آل عمران ، آیت ۱۰۴۔

۶۶۔ تبصرۃ الحکام جلد ۱ صفحہ ۱۶ ۔ ۱۷، مواہب الجلیل ج ۶ ص ۱۰۲۔

۶۷۔ مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴، حاشیتا القلیوبی و عمیرہ علی شرح المنہاج الطالبین ج ۴ ص ۲۹۴۔

۶۸۔ اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

۶۹۔ فتح القدیر ج ۵ صفحہ ۴۵۸ ۔ ۴۶۰ تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۷۶ ۔

۷۰۔ المغنی ج ۹ ص ۳۶، کشاف القناع ج ۶ ص ۲۸۷ ۔ ۲۸۸۔

۷۱۔ تبصرۃ الحکام ج ۱ ص ۱۶ ۔

۷۲۔ مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴۔

۷۳۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۸، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴، المغنی ج ۹ ص ۳۶، الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۷۰ ۔ ۷۱ ۔

۷۴۔ تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۷۵، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۵ مواہب الجلیل ج ۶ ص ۱۰۲ ۔ ادب القاضی للماوردی ج ۱ ص ۱۴۷۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی صفحہ ۴۷، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۳۷۴ کشاف القناع ج ۶ ص ۲۸۷، اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۶ ۔ ۳۷۔